ترتیب آیات وسور

(تخصیصی جائزہ)

طالبہ: عائشہ ظفر

رجسٹریشن نمبر:70148163

THE UNIVERSITY OF LAHORE

اسائمنٹ برائے پی ایچ ڈی

سیشن(2025-2028)

نگران:ڈاکٹر نواز الحسنی

شعبہ علوم اسلامیہ فیکلٹی آف سوشل سائنسز

دی یونیورسٹی آف لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

فہرست مضامین--3

ابتدائیہ---4
ترتیب آیات وسور---
جمع قرآن---
ترتیب بمطابق صحابہ کرام---
ترتیب مصحف توقیفی---
سورتوں کی تعداد اور اقسام باعتبار آیات---
خلاصہ کلام--
مصادر و مراجع---

ابتدائیہ

روئے زمین پر حضرت انسان کے قدم رکھنے کے بعد مالکِ کن فکاں نے اسکی رہنمائی کیلیے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، ساتھ ہی کتب و صحائف بھی نازل فرمائے لیکن انبیاء کرام علیہم السلام کے دنیا سے رحلت فرماجانے کے بعد وہ کتابیں تحریف سے محفوظ نہ رہ سکیں اور انسان اپنے

مقصدِ اصلی کو بھلا بیٹھا، تبھی اس لمحے اس امر کی ضرورت تھی کہ ایسا لائحہ عمل عطا کیا جاتا یا ایسا رہنما عطا کیا جاتا جو انسان کے مقصدِ اصلی سے ٹوٹے ہوئے تعلق کو جوڑے۔ تب اللہ رب العزت نے انبیاء کرام علیہم السلام کے جملہ علمی و عملی فضائل و محاسن کا مجموعہ بنا کر حضور صلی اللہ علیہ والہ و سلم کو کائنات میں مبعوث فرمایا ساتھ ہی ایسا نہ قابلِ تنسیخ ہدایت نامہ عطا فرمایا جو آئینِ فلاح و سعادت الٰہی علوم و معارف کا خلاصہ اور مخلوق کے لیے مکمل ضابطہ حیات ہے۔

ترتیب آیات و سور

ترتیب کے لغوی معنی:

لغت میں ترتیب نظام، انتظام، اصلاح، تصحیح، تنظیم اور تنسیق کا نام ہے۔

ترتیب کے اصطلاحی معنی:

ترتیب ایک منصوبے یا کسی شے کی تعمیر کا بیانیہ یا کسی سرگرمی یا طریقہ کار کی عمل آوری کا نام ہے۔

ترتیب کے مقاصد:

ترتیب عموماً کچھ مقاصد کی تکمیل کرتی ہے کسی کام میں ترتیب اور نظم وضبط کو عمل میں لانے سے وہ کام احسن انداز میں پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے جس سے ہر انسان فائدہ حاصل کرتا ہے کائنات میں موجود اشیاء پر نظر دوڑائی تو معلوم ہوتا ہے کہ تخلیق کائنات کے موجد نے کس خوب صورت انداز میں ہر چیز کو ترتیب اور نظم ونسق سے مرتب فرمایا یہاں تک کہ قرآن پاک میں بھی فصاحت وبلاغت اور ترتیب کے جوہر کو نمایاں فرمایا۔ اس ترتیب قرآن کے موضوع پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی جائے گی۔

سورۃ کے لغوی معنی:

لفظ سورہ کے مادے یعنی حروف اصلیہ کے بارے میں آئمہ لغت کے دو اقوال ہیں۔

(1) مشہور قول یہ ہے کہ اس کا مادہ س۔و۔ر ہے اور اس کے معنی ہیں **اَلْمَنْزِلَۃُ مِنَ الْمَنَازِلِ الْاِرْتِفَاعُ** یعنی بلندی کے مراتب میں سے ایک مرتبہ اور اس کی جمع سُوَرٌ ہے۔ جیسے خُطْبَۃٌ کی جمع خُطَبٌ اور غُرْفَۃٌ کی جمع غُرَفٌ ہے۔ شہر کی چار دیواری کو سور المدینہ کہا جاتا ہے اس لیے کہ یہ عام طور پر بلند بنائی جاتی ہے۔ ایک عربی محاورہ ہے: لَہٗ عَلَیْکَ سُوْرَۃٌ (اس کو تم پر رفعت اور فوقیت حاصل ہے۔) قرآن کی سورہ کو بھی اس کی عظمت اور رفعت کی وجہ سے سورۃ کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ قرآن کی ہر سورت اپنی فصاحت وبلاغت اور صداقت وحکمت کے اعتبار سے اتنی زیادہ بلند ہے کہ سب انس وجن جمع ہو کر بھی کسی ایک سورہ کی مثال پیش نہیں کر سکتے۔

(2) دوسرا قول یہ ہے کہ سورۃ کا مادہ س۔ء۔ر ہے۔ اس کے معنی ہیں اَلْقِطْعَۃُ وَالْبَقِیَّۃُ یعنی ٹکڑا اور بچا ہوا حصہ۔ اس مادے کے اعتبار سے اصل میں یہ لفظ سُؤرَۃ تھا، ہمزہ سے پہلے جب حرف پر ضمہ یعنی پیش ہو تو تلفظ میں تھوڑا سا ثقل آجاتا ہے۔ اس لیے عرب ایسی صورت میں ہمزہ کو واؤ میں بدل دیتے ہیں تاکہ پڑھنے میں آسانی پیدا ہو جائے۔ اس قاعدے کے مطابق ہمزہ کو واؤ میں تبدیل کر دیا تو سورۃ ہو گیا۔ سورۃ بھی قرآن کریم کا ایک حصہ ہوتا ہے اس لیے اس کو سورۃ کہا جاتا ہے۔[1]

اصطلاحی معنی:

علامہ سیوطی (متوفی 911ھ) اور ابو اسحاق جعفری (متوفی 732ھ) سے اس کی اصطلاحی تعریف اس طرح نقل کی ہے:

[1] تفسیر ابن جریر ص 54 الصحاح للجریری اولسان بلا فریقی مادہ سور

حَدُّ السُّورَةِ قُرْآنٌ يَشْتَمِلُ عَلَى آيٍ ذِي فَاتِحَةٍ وَخَاتِمَةٍ وَأَقَلُّهَا ثَلَاثُ آيَاتٍ[1]

(سورۃ کی تعریف یہ ہے کہ یہ قرآن کی آیات پر مشتمل وہ حصہ ہے جس کی ابتدا اور انتہا متعین ہو اور جس کی کم از کم آیات تین ہوں

آئمہ لغت اور آئمہ تفسیر نے سورۃ کی تعریف مختلف الفاظ میں کی ہے لیکن سب کا مفہوم ایک ہی ہے جو یہ ہے: قرآن کی آیات کا وہ مخصوص و محدود حصہ جس کا آغاز اور اختتام متعین ہو سورۃ کہلاتا ہے۔

آیت کے لغوی معنی:

علامہ جوہری نے سیبویہ کے حوالے سے اور ابن منظور افریقی نے جوہری کی متابعت میں لکھا ہے:

وَالْأَصْلُ أَيَيَةٌ بِالتَّحْرِيكِ قَالَ سِيبَوَيْهِ مَوْضِعُ الْعَيْنِ مِنَ الْآيَةِ وَاوٌ[2]

آیت کی اصل او یہ ہے حرکات کے ساتھ کیونکہ سیبویہ نے کہا ہے کہ لفظ آیت میں عین کی جگہ پر واؤ ہے۔"

لیکن ابن منظور نے لکھا ہے کہ:

قَالَ ابْنُ بَرِّي لَمْ يَذْكُرْ سِيبَوَيْهِ اَنَّ عَيْنَ اٰيَةٍ وَّاوٌ كَمَا ذَكَرَ الْجَوْهَرِيُّ وَاِنَّمَا قَالَ اَصْلُهَا اٰيَةٌ فَأُبْدِلَتِ الْيَاءُ السَّاكِنَةُ اَلِفًا

وحکی عن الخلیل ان وزنھا فعلۃ"[3]

عبد اللہ بن بری نے کہا ہے کہ سیبویہ نے یہ نہیں کہا کہ آیت کے عین کی جگہ پر اصل میں واؤ ہے جیسا کہ جوہری نے ذکر کیا ہے بلکہ اس نے یہ کہا ہے آیہ کی اصل ائیہ ہے اور یاء ساکن کو الف میں بدل دیا گیا ہے البتہ اس نے خلیل نحوی سے نقل کیا ہے کہ آیۃ کا وزن فَعَلَہ ہے۔

آیت کے اصطلاحی معنی:

ابو اسحاق جعفری متوفی 732ھ نے آیت کے اصطلاحی معنی اس طرح بیان کیے ہیں:

حَدُّ الْآيَةِ قُرْآنٌ مُرَكَّبٌ مِنْ جُمَلٍ وَلَوْ تَقْدِيرًا ذُو مَبْدَءٍ وَمَقْطَعٍ مُنْدَرِجٍ فِي سُورَةٍ[4]

"آیت کی تعریف یہ ہے کہ یہ مختلف جملوں سے مرکب قرآن کا وہ حصہ ہے جو مبدا اور مطلع رکھتا ہو یعنی اسکی ابتدا اور اختتام معلوم ہو اگرچہ اس کا مرکب ہونا تقدیری ہو یعنی جملے کا جزء محذوف ہو اور کسی سورت میں شامل ہو۔"

---

[1] الاتقان النوع السابع عشر ص166 ج1 البرہان فی علوم القرآن ص24 ج1

[2] الصحاح للجوہری مادہ ایاج6 ص2275

[3] لسان العرب مادہ ایاج14 ص63

[4] البرھان فی علوم القرآن ص266 ج1

تدریجی نزول:

حکمت ربانی اس امر کی مقتضی ہوئی کہ وحی رفتہ رفتہ آپ پر نازل ہوتی اور ہر روز آپ کو نئی چیز سکھاتی رہے نیز آپ کو رشد وہدایت سے بہرہ ور کرتی اور آپ کے ثبات واطمینان میں اضافہ کی موجب ہوتی رہے۔ اسی طرح صحابہ بھی وحی ربانی سے مستفید ہوتے اور اس کی روشنی میں اپنے اخلاق وعادات اور حالات وواقعات کی اصلاح کرتے رہے۔ وحی کے احکام اور مسائل ان پر یکایک اور غیر متوقع طور پر نہیں مسلط کیے جاتے تھے اور اس طرح وحی ان کے حالات سے ہمیشہ یک رنگ وہم آہنگ ہوا کرتی تھی۔ جوں جوں حوادث وواقعات رونما ہوتے رہے یا کوئی انفرادی اور اجتماعی تقریب پیش آتی تو قرآن کریم کا کچھ حصہ اس موقع کی مناسبت سے نازل ہو جاتا بقول صحیح تر 23 سال تک نزولِ وحی کا سلسلہ جاری رہا کیونکہ ایک قول کے مطابق آپ بعثت کے بعد مکہ میں 13 سال اقامت گزیں رہے۔

جمع قرآن:

عہد نبوی ﷺ میں جمع قرآن کی دو بنیادی صورتیں تھیں۔

1۔ جمع قرآن بمعنی حفظ

2۔ جمع قرآن بمعنی کتابت

جمع قرآن بمعنی حفظ:

قرآن مجید کے سب سے پہلے حافظ اور شارح خود جناب رسول اللہ ﷺ تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ اَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، فَلَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ[1]

(اللہ کے رسول ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور خاص طور پر رمضان میں جب جبرائیل آپ ﷺ سے ملتے تو آپ ﷺ سب سے زیادہ سخی ہوتے اور جبرائیل آپ ﷺ سے رمضان کی ہر رات میں ملتے اور قرآن کا دور کرتے۔ رسول اللہ ﷺ بھلائی پہنچانے میں چلتی ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے۔)

روایت ابن ابی شیبہ نے ابن عباس سے نقل کی ہے:

---

[1] صحیح بخاری کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الہ رسول اللہ

ان رسول اللہ ﷺ کان یعرض القرآن في کل رمضان مرۃ الا العام الذي قبض فیہ فانہ عرض علیہ مرتین بحضرۃ عبداللہ فشھد مانسخ منہ ومابدل[1]

اگرچہ حفظ کے علاوہ قرآن کتابت کے ذریعے بھی محفوظ کیا گیا لیکن حفظِ قرآن اس امت کی بنیادی خصوصیت ہے

جمع قرآن بمعنی کتابت:

عہد رسالت میں جمع قرآن کی دوسری صورت کتابت فی السطور تھی۔ عہد نبوی ﷺ میں کتابت کی نسبت حافظہ پر زیادہ اعتماد کیا جاتا تھا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ عہد نبوی میں قرآن مجید کو لکھ کر محفوظ نہیں کیا گیا۔ نزول قرآن کے مکی دور میں ہی کتابت کا آغاز ہو چکا تھا۔ نزول قرآن کے وقت لوگ کتابت سے روشناس تھے اور قرآن ابتدائی دور ہی میں لکھا جاتا تھا جس کی مثال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلام لانے کا واقعہ ہے۔ "حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بہن اور بہنوئی دونوں نے اسلام قبول کر لیا، آپ کو خبر ملی غصے میں ان کے پاس پہنچے دیکھا تو ان کے پاس خباب بن الارت رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے جن کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں سورہ طہ کی آیات درج تھیں۔[2]

جہاں تک اقامت مدینہ کا تعلق ہے اس کی مدت بالاتفاق مورخین 10 سال ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 40 سال کی عمر میں مبعوث ہوئے 13 سال مکہ میں مقیم رہے اور آپ پر وحی نازل ہوتی رہی پھر ہجرت کے 10 سال مدینہ میں سکونت گزیں رہے 63 سال کی عمر میں وفات پائی بعض علماء نے نزولِ قرآن کی مدت 20 سال اور بعض نے 25 سال بتائی ہے۔

ترتیب بمطابق صحابہ کرام:

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی روایت میں مختلف اشیاء کے ٹکڑوں سے قرآن جمع کرنے کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ٹکڑوں سے نقل کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق قرآنی آیات و سور کو مرتب کیا جاتا تھا۔ اس میں شبہ کی کوئی مجال نہیں کہ ہر صورت کی آیات کی ترتیب اور ان سے پہلے بسم اللہ کی تحریر ایک توقیفی عمل ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے کیا گیا ہے اور اس میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں یہی وجہ ہے کہ اس ترتیب کا عکس جائز نہیں۔[3]

---

[1] المصنف، کتاب فضائل القرآن، فی درس القرآن وعرضہ (30919)

[2] المحکم والمحیط فی اللغۃ 3/115

[3] البرھان للزرکشی ج1 ص256

اس کی دلیل میں صحیح بخاری کی وہ حدیث پیش کی جاتی ہے جو حضرت عبد اللہ بن زبیر سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آیت قرآنی وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا کو دوسری آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔ پھر آپ نے اس کو قرآن کریم کے نسخہ میں باقی کیوں رہنے دیا ہے؟ حضرت عثمان نے فرمایا" بھتیجے! میں قرآن میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔"[1]

ترتیب کی اقسام:

ترتیب کی تین اقسام ہیں۔

1۔ ترتیب نزولی (یہ وہ ترتیب ہے جس ترتیب سے سورت و وحی قرآنی نازل ہوتی رہیں۔)

2۔ ترتیب توقیفی (جس ترتیب سے سورتیں لوح محفوظ پر موجود ہیں۔)

3۔ ترتیب اجتہادی (صحابہ کرام نے اپنے اجتہاد سے سورتوں کو ترتیب دی۔)

جہاں تک سورتوں کی ترتیب کا تعلق ہے وہ بھی توقیفی (بحکمِ خداوندی اور اس کے آگاہ کرنے پر موقوف و مبنی) ہے۔ آنحضور ﷺ کی زندگی میں یہ ترتیب معلوم تھی۔

امام مالک فرماتے ہیں: "صحابہ نے جس طرح حضور ﷺ کو قرآن پڑھتے سنا تھا اسی طرح اس کو مرتب کر دیا۔"[2]

اس کے ساتھ ساتھ امام مالک یہ بھی فرماتے ہیں کہ سورتوں کی ترتیب صحابہ کے اجتہاد پر مبنی ہے۔ اب اس میں اختلاف رونما ہوا کہ آیا حضور ﷺ نے بذاتِ خود اس ترتیب کا حکم دیا تھا یا فعلاً اس ترتیب کو آپ (بوقت تلاوت) ملحوظ رکھا تھا۔

ترتیبِ مصحفِ توقیفی:

ابو جعفر زبیر فرماتے ہیں:

"توقیفی قسم مقابلۃً بڑی ہے۔ بخلاف ازیں اجتہادی قسم اس سے چھوٹی ہے۔"[3]

جن قلیل التعداد سورتوں میں اختلاف کی گنجائش ہے ان کی اصل اور اساس ایک ضعیف بلکہ بے بنیاد روایت پر رکھی گئی ہے۔ اس کا راوی یزید الفارسی اس حدیث کو حضرت ابن عباس سے روایت کرتا ہے۔ امام بخاری نے اس کو ضعیف راویوں کے زمرہ میں شمار کیا ہے۔ سورتوں کے آغاز میں بسم اللہ کی تحریر بھی اس حدیث کی رو سے مشکوک ٹھہرے گی۔ گویا حضرت عثمان اس کی نفی بھی کرتے تھے اور اثبات بھی حالانکہ حضرت

---

1 صحیح بخاری ج2ص29

2 البرھان ج1ص257

3 الدار الکامنہ ج1ص84-86

عثمان کا دامن اس (دو عملی) سے پاک ہے۔ لہذا اس حدیث کو بے اصل قرار دینے میں کوئی حرج نہیں اس حدیث کو ذکر کر کے اپنے بیان کو طوالت دینا بھی غیر ضروری ہے۔[1]

یہاں قابلِ ذکر وہ جواب ہے جو حضرت عثمان نے ابن عباس کو دیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ سورۃ انفال کو سورۃ توبہ کے ساتھ بسم اللہ کے بغیر کس لیے ملا دیا گیا ہے؟ سورۃ انفال آغازِ ہجرت میں نازل ہوئی تھی جبکہ سورۃ توبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری دور میں نازل ہوئی۔ ان دونوں سورتوں کے مضامین باہم ملتے جلتے تھے حضور کا انتقال ہو گیا اور آپ ﷺ نے یہ نہ بتایا کہ یہ دونوں سورتیں ایک ہی ہیں اس لیے میں حضرت عثمان نے دونوں سورتوں انفال اور توبہ کو ملا دیا[2]

جمہور علماء کا یہی مذہب ہے کہ قرآن مجید کا رسم توقیفی ہے۔[3]

آپ ﷺ کے کاتبین وحی نے قرآن مجید کو اس رسم پر لکھا جس پر آپ ﷺ نے ان کو برقرار رکھا اور جب آپ ﷺ کا عہد گزرا تو قرآن بغیر کسی تبدیلی و تغیر کے اسی حالت میں موجود تھا بلکہ روایت میں آیا ہے آپ ﷺ نے قرآن مجید کی کتابت اور اس کے رسم کے لیے ایک دستور مقرر فرمایا آپ ﷺ نے کاتبِ وحی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا: "دوات کو صحیح کرو قلم کی نوک پلک صحیح کرو باء کو سیدھا لکھو سین کے دندانوں میں فرق کرو میم کو خراب نہ کرو۔ اللہ کو خوبصورت لکھو، رحمن کو مد کے ساتھ لکھو، رحیم کو عمدہ کر کے لکھو اور قلم کو اپنے بائیں کان پر رکھو اس سے بات تمہیں یاد رہے گی۔"[4]

عہد صدیقی:

پورا قرآن عہدِ رسالت میں لکھا جا چکا تھا مگر اس کی آیتیں اور سورتیں یکجا نہ تھیں۔ اولین شخص جس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترتیب کے مطابق اس کو مختلف صحیفوں میں جمع کیا وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ ابو عبد اللہ محاسبی اپنے کتاب "فہم السنن" میں رقم طراز ہیں: قرآن کی کتابت کوئی نئی چیز نہ تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذاتِ خود اس کے لکھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ البتہ وہ کاغذ کے ٹکڑوں، شانہ کی ہڈیوں اور کھجور کی ٹہنیوں پر بکھرا پڑا تھا حضرت ابو بکر نے متفرق جگہوں سے اس کو یکجا کرنے کا حکم دیا۔[5] یہ سب اشیاء یوں تھیں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں اوراق منتشر پڑے ہوں اور ان میں قرآن لکھا ہوا ہو ایک جمع کرنے والے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان اوراق کو جمع کر کے ایک دھاگے سے باندھ دیا تاکہ ان میں سے کوئی چیز ضائع نہ ہونے پائے۔

---

[1] مسند احمد ج 1 ص 257

[2] مسند احمد طبع شاکر ج 1 ص 331

[3] مناہل العرفان 1/365

[4] السیوطی، الدر المنثور 1/32

[5] البرہان ج 1 ص 238

عہد عثمان میں تدوین:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں اپنی سند کے ساتھ ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ انس بن مالک نے انہیں بتایا کہ حذیفہ بن یمان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے موصوف نے آرمینیا اور آذربائیجان کی جنگ میں شرکت کی تھی۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ لوگ تلاوتِ قرآن میں بہت اختلاف کرنے لگے تھے۔ حذیفہ نے حضرت عثمان سے کہا: امیر المومنین! قبل اس کے کہ یہ امت کتابِ الٰہی میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کرنے لگے اس کو سنبھال لیجیے یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو کہلا بھیجا کہ آپ کے پاس قرآن کے جو صحیفے پڑے ہیں وہ ہمارے پاس بھیج دیجئے تاکہ ہم ان کو کتابی صورت میں جمع کریں پھر ہم ان کو واپس کر دیں گے محترمہ موصوفہ نے وہ صحیفے ارسال کر دیئے۔ حضرت عثمان نے زید بن ثابت، عبد اللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبد الرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو مامور کیا کہ وہ صحیفوں سے نقل کرکے قرآن کریم کو کتابی صورت میں جمع کر دیں۔ حضرت عثمان نے تینوں قریشی صحابہ سے کہا کہ جب تمہارے اور زید کے مابین قرآن کے کسی آیت کے بارے میں اختلاف پیدا ہو تو قرآن کو قریش کی زبان میں لکھیے کیونکہ یہ ان کی زبان میں نازل ہوا تھا۔ جب وہ تعمیلِ ارشاد کر چکے تو آپ نے وہ صحیفے حضرت حفصہ کو واپس کر دیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع کردہ قرآن کے نسخے اطرافِ ملک میں بھجوا دیئے۔ اس کے علاوہ قرآن کریم کے جو حصے کسی صحیفہ یا مصحف میں لکھے گئے تھے اس کے بارے میں آپ نے حکم صادر کیا کہ ان کو نذرِ آتش کر دیا جائے۔[1]

سورتوں کی تعداد اور اقسام باعتبارِ آیات:

ابن جوزی 597ھ نے ابو الحسین ابن المنادی بغدادی متوفی 336ھ کا قول نقل کیا ہے کہ:

جَمِيعُ الْقُرْآنِ فِي تَأْلِيفِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَلَى عَهْدِ الصِّدِّيقِ وَذِي النُّورَيْنِ مِائَةٌ وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ سُورَةً فِيهِنَّ الْفَاتِحَةُ وَالتَّوْبَةُ الْمُعَوِّذَتَانِ اذَالِكَ هُوَ الَّذِي فِي أَيْدِي أَهْلِ قِبْلَتِنَا[2]

"پورا قرآن صدیق اور ذوالنورین کے دورِ خلافت میں زید بن ثابت کی تالیف و ترتیب کے مطابق 114 سورتوں پر مشتمل ہے جن میں فاتحہ، توبہ اور معوذتین یعنی فلق اور الناس بھی شامل ہیں۔ یہی وہ قرآن ہے جو ہمارے قبلے والوں یعنی مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود ہے۔"

آیتوں کی تعداد کے اعتبار سے ان 114 سورتوں کو ایک حدیث میں 4 اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔

عن واثلہ بن الاسقع ان رسول اللہ ﷺ قال اعطیت مکان التوراۃ السبع واعطیت مکان الزبور المئین واعطیت مکان الانجیل المثانی وفضلت بالمفصل[3]

---

1 صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب دوم سوم

2 فنون الافنان لابن جوزی باب عدد سور القرآن

3 البرہان فی علوم القرآن للزرکشی ص 201 ج 1

"واثلہ بن اسقع سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے تورات کی جگہ سات لمبی سورتیں دی گئیں ہیں، زبور کی جگہ مئین دی گئی ہیں، انجیل کی جگہ مثانی دی گئی ہیں اور مفصل یعنی مختصر سورتیں زائد دی گئی ہیں۔"

حدیث میں بیان کردہ اقسام اربعہ کی تفصیل یہ ہے:

1۔ السبع الطول

سات طویل سورتوں میں سے البقرۃ، آل عمران، النساء، المائدہ، الانعام، الاعراف، اور الانفال مع البراءۃ (توبہ) مراد ہیں اور بعض کے نزدیک ساتویں یونس ہے۔

2۔ المؤن

ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ مئین سے مراد وہ سورتیں ہیں جن کی آیتوں کی تعداد سو ہے یا سو سے کچھ کم یا زیادہ ہے۔ یہ سورہ یونس سے فاطر تک 26 سورتیں ہیں جن میں سے اکثر کی آیات کی تعداد سو سے کچھ زیادہ یا کچھ کم ہے اور بعض سورتیں ایسی بھی ہیں جن کی آیات سو سے بہت زیادہ ہیں۔

3۔ المثانی

ابن جریر نے ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ مثانی سے مراد وہ سورتیں ہیں جو مئون کے بعد اور مفصلات سے قبل ذکر ہوئی ہیں یعنی سورہ یونس سے لے کر ق تک۔ 14 سورتیں کہا گیا ہے کہ ان کو مثانی اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان میں اللہ تعالی نے امثال، قصص اور عبرت و نصیحت کی باتوں کا ذکر کیا ہے۔

4۔ المفصل

مفصل سورتیں وہ ہیں جو نسبتاً چھوٹی سورتیں ہیں اور ان کے درمیان فصل اور جدائی جلدی جلدی آتی ہے۔ یہ سورۃ ق سے الناس تک کل 65 سورتیں ہیں۔

مفصل سورتوں کی پھر تین اقسام ہیں:

طوال مفصل: ق سے بروج تک کل 36 سورتیں ہیں۔

اوساط مفصل: الطارق سے لم یکن تک کل 13 سورتیں ہیں

قصار مفصل: الزلزال سے الناس تک 16 سورتیں ہیں۔

قرآن مجید کی سب سے پہلے اور آخر میں نازل ہونے والی آیت:

قرآن مجید کا کون سا حصہ سب سے پہلے نازل ہوا اس بارے میں کئی اقوال ہیں جن میں سے سب سے صحیح اور معتمد قول سورت العلق کی ابتدائی آیات کے نزول کا ہے۔ صحیح بخاری میں اس مضمون کی متعدد روایات نقل کی گئی ہیں۔[1]

صحیح مسلم میں بھی یہی منقول ہے۔[2]

قرآن مجید کی سب سے پہلی نازل ہونے والی آیات سورہ علق کی درج ذیل آیات ہیں۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ (1) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (2) اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ (3) الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (4) عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ (5)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید کا سب سے پہلے نازل ہونے والا حصہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ہے۔[3]

صحیح بخاری کی ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

عن یحیی بن ابی کثیر: سالت اباسلمۃ بن عبد الرحمن، عن اول مانزل من القرآن، قال (یاایھا المدثر) قلت: یقولون: (اقراء باسم ربک الذي خلق) فقال ابوسلمۃ: سالت جابر بن عبد اللہ رضي اللہ عنھما عن ذلک، وقلت لہ مثل الذي قلت، فقال جابر: لا احدثک الا ماحدثنا رسول اللہ، قال (جاورت بحراء، فلما قضیت جواری ھبطت، فنودیت، فنظرت عن یمیني فلم ارشیئا، ونظرت عن شمالی فلم ارشیئا، ونظرت امامی فلم ارشیئا، ونظرت خلفی فلم ارشیئا، فرفعت راسی فرایت شیئا، فاتیت خدیجۃ فقلت: دثروني وصبوا علي ماء باردا، قال: فدثروني وصبوا علی ماء باردا، قال فنزلت: (یاایھا المدثر - قم فانذر - وربک فکبر)[4]

یحیٰی بن ابی کثیر سے روایت ہے کہ میں نے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے قرآن کے سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت کے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: (یاایھا المدثر) میں نے کہا: لوگ تو کہتے ہیں (اقراء باسم ربک الذی خلق) پہلے بارے اتری ہے۔ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا اور میں نے ان سے وہی بات کہی جو اس بابت آپ نے فرمایا تھا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں تجھ سے وہی بیان کرتا ہوں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ میں غارِ حرا میں گوشہ نشین تھا جب میں اپنا اعتکاف پورا کرچکا اور پہاڑ سے نیچے اترا مجھے ایک آواز آئی میں نے دائیں طرف دیکھا کوئی چیز معلوم نہیں ہوئی بائیں طرف دیکھا ادھر بھی کوئی چیز دکھائی نہ دی سامنے دیکھا وہاں بھی کچھ نہیں تھا پیچھے دیکھا وہاں بھی کوئی نہیں آخر میں نے اوپر سر اٹھایا کچھ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی باب 3

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بدء الوحی

[3] مستدرک کتاب التسیر 2874

[4] صحیح بخاری کتاب التفسیر باب 4922

دیکھا میں خدیجہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا میں نے کہا مجھ کو کپڑا اوڑھاؤ مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو فرمایا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔(**یَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ**)

اعتراض:

اس امر میں اختلاف کیا گیا ہے کہ آیا سورتوں کی ترتیب بھی توقیفی ہے یا صحابہ نے اپنے اجتہاد سے یہ ترتیب قائم کی ہے؟

جواب:

جمہور علماء دوسری شق کے قائل ہیں یعنی اس بات کے کہ سورتوں کی موجودہ ترتیب صحابہ کے اجتہاد کا نتیجہ ہے ان لوگوں میں مالک اور قاضی ابو بکر بھی شامل ہیں۔ ابنِ فارس کا قول ہے قرآن کا جمع کرنا دو قسم پر ہے۔ ایک قسم سورتوں کی ترتیب ہے مثلاً سات بڑی سورتوں کا مقدم کرنا اور ان کے بعد مئین سورتوں کو رکھنا تو اس قسم کی ترتیب صحابہ ہی نے کی ہے مگر دوسری قسم کی ترتیب یعنی آیتوں کا سورتوں میں مرتب کرنا ترتیب توقیفی ہے۔ اور اس کو خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طریقے پر انجام دیا ہے جس طرح جبرائیل نے آپ کو من جانب اللہ بتایا اور جن امور سے اس بات پر دلیل لائی جاتی ہے مجملہ ان کے ایک امر یہ ہے کہ سلف کے مصاحف میں سورتوں کی ترتیب کا اختلاف تھا۔ سلفِ صالحین میں سے بعض صاحب ایسے تھے جنہوں نے اپنے مصحف کو نزول کی ترتیب پر مرتب کیا تھا اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مصحف تھا جس کے اول میں سورۃ اقراء تھی پھر المدثر المزمل تبت اور تکویر کے بعد دیگریوں ہی مکی اور مدنی سورتوں کے اخیر تک ترتیب دی گئی تھیں اور ابن مسعود کے مصحف میں سب سے پہلے سورۃ البقرہ تھی۔ پھر سورۃ النساء اور اس کے سورۃ آل عمران۔ نہایت سخت اختلاف کے ساتھ اور اسی طرح ابی بن کعب اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مصاحف تھے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف کی ترتیب یوں تھی۔

الطوال: البقرہ، النساء، آل عمران، الاعراف، الانعام، المائدہ اور یونس۔

المئن: براءۃ، النحل، ھود، یوسف، الکھف، بنی اسرائیل، الانبیاء، طہٰ، المومنون، الشعراء اور الصافات۔

المثانی: الاحزاب، الحج، القصص، طس، النمل، النور، الانفال، مریم، العنکبوت، الروم یٰس، الفرقان، الحجر، الرعد، سبأ، الملائکۃ، ابراھیم، ص، الذین کفروا، لقمان اور الزمر۔ الحوامیم، حم، المؤمن، الزخرف، السجدہ، حمعسق، الاحقاف، الجاثیۃ، الدخان۔ الممتحنات، انافتحنالک، الحشر، تنزیل السجدہ، الطلاق، ن والقلم، الحجرات، تبارک، التغابن، اذاجاءک المنافقون، الجمعہ۔ الصف، قل اوحی، انا ارسلنا، المجادلۃ، الممتحنۃ اور یا ایھا النبی لم تحرم۔

المفصل، الرحمن، النجم، الطور، الذاریات، اقتربت المطففین، عبس، ھل اتی المرسلات القیامۃ، عم یتساءلون الساعۃ، الواقعہ، النازعات، سال سائل، المدثر، المزمل، المطففین، عبس، ھل اتی المرسلات، القیامۃ، عم یتساءلون، اذا الشمس کورت، اذا السماء انفطرت، الغاشیہ، سبح، اللیل، الفجر، البروج، اذا السماء انشقت، اقراء باسم ربک، البلد، الضحیٰ، الطارق، العادیات، ارایت، القارعۃ، لم یکن، والشمس وضحاھا، والتین، ویل لکل ھمزۃ، الم تر کیف، لایلاف قریش، الھاکم، انا انزلناہ، اذا زلزلت، والعصر، اذا جاء نصر اللہ، الکوثر، قل یا ایھا الکافرون، تبت، قل ھو اللہ احد اور الم نشرح۔

اور اس میں الحمد اور معوذ تین نہیں تھی۔ سورتوں کی ترتیب توقیفی ہونے کو بھی بہت سے علماء نے مانا ہے۔ ابو بکر بن الانباری کا قول ہے: "خداوندِ پاک نے قرآن کو تمام تر آسمانِ دنیا پر نازل کرنے کے بعد پھر اسے بیس سے زائد برسوں میں متفرق طور سے (زمین پر) نازل فرمایا۔ چنانچہ سورۃ کا نزول کسی نئی بات کے پیش آنے پر اور آیت کا نزول کسی دریافت کرنے والے کے جواب میں ہوتا تھا اور جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آیت اور سورۃ کے موضع سے آگاہ بنادیتے تھے اس لئے سورتوں کا اتساق بھی آیتوں اور حروف کے اتساق کی طرح سب کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہے لہذا جو شخص کسی ترتیب سورۃ کو مقدم یا موخر کرے گا وہ گویا نظمِ قرآن میں خلل ڈالے گا۔" ابن عطیہ اس جانب مائل ہوا کہ اکثر سورتوں کی ترتیب رسول اللہ ﷺ کی حیات ہی میں معلوم ہوگئی تھی مثلاً سات بڑی سورتوں مفصل کی ترتیب اور اس کے ماسوائے سورتوں کی ترتیب کے لیے بھی مانا جاسکتا ہے کہ اسے امت کے لیے چھوڑ دیا گیا ہو تاکہ وہ آپ ﷺ کے بعد اس خدمت کو انجام دے۔ مگر ابو جعفر بن زبیر نے کہا کہ جتنی سورتوں کی نسبت ابن عطیہ نے صریح ثبوت پیش کیا ہے آثار ان سے بہت زیادہ سورتوں کی بابت توقیفی ترتیب رکھنے کی شہادت دیتے ہیں۔

خلاصہ کلام:

قرآن پاک اپنے الفاظ اور معنیٰ کے اعتبار سے کلام اللہ ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ سے سنا اور اسے حضور ﷺ تک پہنچایا اور حضور ﷺ نے اپنی امت تک پہنچایا جو صحیفوں میں مکتوب اور سینوں میں محفوظ ہے۔ یہی قرآن مصاحف میں ہے۔

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ

اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ رب العزت نے لیا۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

آپ ﷺ نے کاتبینِ وحی کو قرآن کریم کی کتابت اس کو لکھنے کا طریقہ اور قواعد سکھائے۔ آپ ﷺ نے بحکم ربانی قرآن کو اسی ترتیب پر مرتب فرمایا جو لوحِ محفوظ پر تھی۔ اسی لیے جب بھی کوئی آیت یا سورت کا نزول ہوتا تو آپ صحابہ سے فرماتے اس سورت اور آیت کو فلاں جگہ رکھو اور صحابہ من و عن حکم کی تعمیل کرتے۔ لہذا قرآن کی ترتیب وہی ترتیب ہے جو حضور ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں لگوائی۔ تمام صحابہ عدول ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عثمان سے روایت ہے اخبار و آثار سے یہ بات بھی یقیناً معلوم ہوتی ہے کہ صحابہ کرام قرآن مجید حفظ کرنے، اس کی تفسیر سیکھنے اور ترتیبِ قرآن کے حوالے سے بہت زیادہ حریص تھے۔ انہیں ان علوم کے بارے میں وہ امتیاز حاصل ہے جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں کیونکہ انہوں نے نزولِ وحی عہدِ رسالت کے تمام حالات و واقعات اور اسبابِ نزول کا بنفسہ مشاہدہ کیا تھا۔ اور اسی طرح انہیں رسالت مآب ﷺ سے سماعت و تعلم کا بھی شرف حاصل ہے۔ یہ قرآن تواتر سے ہم تک پہنچا۔ امام ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں قرآن کریم جو مصحف کے دوگتوں کے درمیان تواتر سے منقول ہے ان مکتوب صحیفوں پر صحابہ کرام کا اتفاق ہے اور ان کو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے اور یہ عہدِ صحابہ سے متواتر سند سے منقول ہے۔ ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ ان مصاحف میں کوئی تبدیلی نہیں۔ ان تمام تر روایات اور

اقوال سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ قرآن کی ترتیب توقیفی ہے یعنی حضور ﷺ نے بحکم ربانی قرآن کو اسی ترتیب پر مرتب فرمایا جو لوحِ محفوظ پر تھی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے روایت سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ کتابتِ قرآن کا کام دورِ نبوی ﷺ میں ہی شروع ہو گیا تھا۔

مصادر و مراجع

- الاتقان فی علوم القرآن ج 1، مؤلف: علامہ جلال الدین سیوطی
- علوم القرآن، ڈاکٹر محمد فاروق وحید، ایسوسی ایٹ پروفیسر، جی سی یونیورسٹی
- علوم القرآن، مؤلف: صبحی صالح (لبنان) مترجم: پروفیسر غلام احمد حریری
- علوم القرآن ج 1، مولانا گوہر رحمان
- ضیاء علوم القرآن فی ترجمہ زبدۃ الاتقان، مؤلف: الشیخ السید محمد بن علوی مالکی، مترجم: علامہ مولانا محمد انور کھالوی